ڈاکٹر حافظ حسین ازہر[1]
ڈاکٹر عبد الغفار[2]

حدیثِ مرسل: فقہاء کی نظر میں

Abstract

Mursal is said to that specific narration in which a Tābi'ī (student of a Prophet's companion) narrates directly from the Prophet (PBUH) while skipping the mention of the companion (Ṣaḥābī) in between. It is generally assumed that Fuqahā (jurists) consider such narration to be a valid and reliable source for their Jurisprudence, which is incorrect. The correct opinion is that the acceptance of a Mursal narration as an evidence is subject to a certain detail in the eyes of Jurists. Normally, the Jurists accept those Mursal narrations in which only the narrator with strong credibility are accused of skipping a narrator in between and those that are skipped are also reliable narrators themselves. Nevertheless, Moḥaddithīn on the other hand consider Mursal narration to be a form of weak narration anyway and do not consider it to be reliable source. In this treatise, the opinion of Jurists with regards to the Mursal narration is discussed in detail.

حدیثِ مرسل کی تعریف

محدثین کے مابین حدیث مرسل کی تعریف میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے اور انہوں نے حدیث مرسل کی مختلف تعریفیں کی ہیں، لیکن ان تعریفات میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف درج ذیل تین تعریفوں کی طرف راجع ہے:

① حدیثِ مرسل وہ ہے جس کو کوئی جلیل القدر اور بڑا تابعی آپ ﷺ سے روایت کرے اور اپنی اس روایت

1 اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سماجی علوم، یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور (پاکستان)
2 اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور (نارووال کیمپس)

میں وہ صحابی کا واسطہ چھوڑ دے۔[1]

② حدیثِ مرسل وہ ہے جس کو کوئی تابعی آپ ﷺ سے روایت کرے، برابر ہے کہ وہ تابعی بڑا ہو یا چھوٹا ہو اور برابر ہے کہ وہ حدیث قولی ہو یا فعلی ہو۔ اکثر محدثین کے ہاں یہی تعریف زیادہ مشہور ہے۔[2]

③ حدیثِ مرسل وہ ہے جس کی سند میں انقطاع ہو چاہے وہ انقطاع کہیں بھی ہو گویا "مرسل" حدیث "منقطع" کے معنیٰ میں ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 676ھ) نے مسلم کے مقدمہ کی شرح میں اس قول کو فقہاء، اصولیین، خطیب ابو بکر بغدادی (متوفیٰ 463ھ) اور محدثین کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا ہے۔[3]

حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 643ھ) علوم الحدیث میں محدثین کے نزدیک حدیث مرسل، منقطع اور معضل کا فرق بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"فقہ اور اصول فقہ میں معروف ہے کہ ان سب قسم کی احادیث کو مرسل کہا جاتا ہے۔ یہی مذہب محدثین میں سے ابو بکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔[4]

اصولیین کے نزدیک حدیث مرسل

فقہا اور اصولیین کے نزدیک حدیث مرسل کی تعریف میں توسیع ہے۔ ان حضرات کے نزدیک حدیث مرسل اس کو کہا جاتا ہے جس کی سند میں کہیں بھی کوئی راوی گرا ہوا ہو اور سند منقطع ہو، یعنی محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو منقطع کہا جاتا ہے، اصولیین وفقہاء اس کو مرسل کا نام دیتے ہیں اور غیر متصل حدیث کی تمام اقسام یعنی منقطع، معضل، معلق، مدلس، مرسل خفی اور مرسل ان سب کو حدیث مرسل ہی کہتے ہیں۔ علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 631ھ) حدیث مرسل کی تعریف میں کہتے ہیں: "اختلفوا في قبول الخبر المرسل وصورته: ما إذا قال من لم يلق النبي ﷺ وكان عدلا قال رسول الله."[5]

---

[1] ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن، معرفة أنواع علوم الحديث: ص51، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 2008م

[2] العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر، نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر: ص89، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 2009م

[3] النووي، أبو زكريا يحيي، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: 1/ 28، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثانية، 1392هـ

[4] علوم الحديث لابن الصلاح: ص53

[5] الآمدي، سيف الدين أبي الحسن، الإحكام في أصول الأحكام: 2/ 148، مكتبة ومطبعة محمد علي صبيح وأولاده، الطبعة الأولى، 1967م

”حدیث مرسل کے قبول کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب کوئی ایسا عادل راوی جس کی آپ ﷺ سے ملاقات نہ ہوئی ہو وہ کہے: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔“

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وصورته: أن يقول قال رسول الله ﷺ من لم يعاصره.“[1]

”اس کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص جو آپ کے زمانہ میں نہ ہو کہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے۔“

صاحب ابہاج (تقی الدین ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 785ھ) مرسل کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

”وعند الأصوليين: المرسل قول من لم يلحق النبي ﷺ سواء كان تابعيا أم تابع التابعين فتفسير الأصوليين أعم من تفسير المحدثين.“[2]

”اصولیین کے نزدیک مرسل اس راوی کی حدیث ہے جو آپ ﷺ سے نہ ملا ہو، برابر ہے کہ وہ تابعی ہو یا تبع تابعی ہو۔ اصولیین کی تفسیر محدثین کی تفسیر سے عام ہے۔“

واضح رہے کہ فقہاء کا اختلاف اس حدیثِ مرسل میں ہے جو علماء اصول کی اصطلاح میں ہے اور اس مبحث میں ہمارا مقصود بھی یہی تعریف ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیثِ مرسل کی حجیت

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 150ھ) کے بارے میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ وہ مرسل روایت بلا کسی قید کے مطلقاً قبول کرتے ہیں۔ علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الإحکام“ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 179ھ) اور مشہور روایت کے مطابق احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 241ھ) کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ حدیثِ مرسل کو مطلقاً قبول کرتے ہیں[3] اور خود بھی اس قول کو پسند کیا ہے۔ علامہ اسنوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 772ھ) نے بھی ”نهاية السؤل“ میں مطلقاً حدیثِ مرسل کے قبول کرنے کو امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کی طرف منسوب کیا ہے۔[4] لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور حنفیہ مطلقاً حدیثِ مرسل کو قبول کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تفصیل ہے جیسا کہ احناف کی اصول کی

---

1 الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد، المستصفىٰ من علم الأصول: 2/ 281، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 1997م

2 السبكي، تقي الدين، الإبهاج في شرح المنهاج: 2/ 377، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1995م

3 الإحكام في أصول الأحكام: 2/ 149

4 الإسنوى، عبد الرحيم بن الحسن، نهاية السؤل في شرح منهاج الأصول: 3/ 198-199، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1999م

کتابوں میں یہ تفصیل مذکور ہے۔ احناف حدیثِ مرسل کی درج ذیل چار قسمیں بناتے ہیں:

① صحابی کی مرسل دوسرے علماء وفقہاء کی مانند احناف کے نزدیک بھی حجت ہے، کیونکہ صحابی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایک امکان تو یہ ہے کہ اس نے خود سنی ہو گی اور دوسرا امکان یہ ہے کہ اس نے کسی دوسرے صحابی سے سنی ہو گی اور حدیث بیان کرتے وقت اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ بات اُمت مسلمہ کے نزدیک طے ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب عادل ہیں، لہٰذا صحابی کی مرسل روایت چاروں ائمہ کے نزدیک حجت ہے۔[1]

یہی قول صحیح ہے کہ صحابی کی مرسل روایت مقبول ہے، برابر ہے کہ صحابی نے اس بات کی تصریح کی ہو کہ وہ صرف ثقہ سے روایت کرتا ہے یا تصریح نہ کی ہو، برابر ہے کہ وہ صحابی ثقہ سے روایت کرنے میں معروف ہو یا نہ ہو۔ اس قول کے صحیح ہونے کے دلائل یہ ہیں:

1۔ صحابہ مرسل احادیث بیان کرتے تھے اور اس پر کبھی کسی صحابی نے انکار نہیں کیا کیونکہ اگر کسی نے انکار کیا ہوتا تو ہم تک پہنچ جاتا۔ چونکہ ہم تک کوئی ایسا انکار نہیں پہنچا، لہٰذا یہ بات واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ صحابی کی مرسل روایت کے قبول کرنے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق تھا۔

2۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صغار صحابہ مثلاً عبد اللہ بن زبیر، جعفر بن ابی طالب، نعمان بن بشیر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت کے قبول کرنے پر امت کا اجماع ہے حالانکہ ان صحابہ کی اکثر روایات مرسل ہیں۔[2] قاضی ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 458ھ) کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں باوجودیکہ بعض حضرات نے کہا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دس احادیث سنی ہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ چار احادیث سنی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی سے مروی ہے کہ جو بھی حدیث ہم تم کو بیان کریں ضروری نہیں ہے کہ وہ ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔"[3]

② قرنِ ثانی اور قرنِ ثالث کی مرسل روایت یعنی کوئی تابعی یا تبع تابعی مرسل روایت ذکر کرے تو حنفیہ کے نزدیک ایسی مرسل روایت بھی حجت ہے بلکہ مسند (متصل) روایت سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ تابعین اور تبع تابعین کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی حدیث کو کئی مختلف سندوں سے سنتے تھے تو وہ ان سندوں کو ذکر کیے بغیر

1 ملا جیون، أحمد بن أبي سعيد، نور الأنوار: ص188، منشورات مركز الإمام البخاري للتراث والتحقيق الجامعة الإسلامية، صادق آباد، الطبعة الأولى، 1998م

2 النملة، عبد الكريم بن علي، المهذب في أصول الفقه المقارن: 2/ 818، دار النشر، مكتبة الرشيد، الرياض، الطبعة الأولى، 1999م

3 الفوزان، عبد الله بن صالح، شرح الورقات في أصول الفقه: ص101، دار المسلم، الرياض، الطبعة الثالثة، 1417هـ/ 1996ء

بلاواسطہ کہہ دیتے تھے: "قال رسول الله ﷺ کذا " اور جب ان تک خبر کسی ایک واسطے سے پہنچتی تھی تو وہ اس کی مکمل سند بیان کرتے تھے تاکہ وہ بات کو اپنے ذمہ نہ لیں بلکہ اس کے ذمہ ڈال دیں جس سے انہوں نے سنی ہے۔[1]

قرونِ ثانی اور قرونِ ثالث کی مرسل روایات کو احناف اس وقت قبول کرتے ہیں جب راوی کے بارے میں یہ بات معروف نہ ہو کہ وہ غیر ثقہ یا غیر عادل سے روایت کرتا ہے کیونکہ قرونِ ثلاثہ کے لیے آپ ﷺ نے صدق و خیر کی گواہی دی ہے لہٰذا اس گواہی کی وجہ سے ان کی عدالت ثابت شدہ ہے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی بات نہ ظاہر ہو جائے۔[2]

③ اگر قرونِ ثلاثہ سے نچلے درجہ کا کوئی راوی مرسل روایت بیان کرے تو احناف کے نزدیک ایسی روایت مقبول نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ جب راوی کے بارے میں یہ بات مشہور و معروف ہو کہ وہ خود بھی ثقہ ہے اور وہ صرف ثقہ لوگوں سے ہی ارسال کرتا ہے، مثلاً امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 189ھ) کی مرسل روایات۔ ثقہ سے ارسال کرنے میں مشہور ہونے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق قرون ثلاثہ کے بعد جھوٹ و کذب عام ہو جائے گا اور قرون ثلاثہ کے بعد والے زمانوں کے لیے آپ ﷺ نے صدق و خیر کی گواہی بھی نہیں دی۔ لہٰذا جب تک راوی کے بارے میں یہ اطمینان نہ ہو کہ وہ ہمیشہ ثقہ سے ہی ارسال کرتا ہے، اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔[3]

④ وہ روایت جس کی ایک سند مرسل ہو اور دوسری سند متصل ہو تو اکثر علمائے احناف ایسی روایت کو قبول کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث: «لا نكاح إلا بولي»[4] کو اسرائیل بن یونس رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 162ھ) نے متصل ذکر کیا ہے اور شعبہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 193ھ) نے مرسل ذکر کیا ہے، لہٰذا حدیث کا اتصال، ارسال پر غالب ہوگا۔ ایسی روایت میں ایک قول عدم قبولیت کا ہے کیونکہ حدیث کا اتصال تعدیل کی مانند ہے اور ارسال جرح کی مانند ہے اور جب جرح و تعدیل میں تعارض ہو جائے تو جرح کو ترجیح دی جاتی ہے۔[5]

---

1 الخبازي، إمام جلال الدين أبي محمد بن عمر، المغني في أصول الفقه: ص191، جامعة أم القرىٰ، مكة المكرمة، الطبعة الأولى، 1403هـ

2 السرخسي، أبو بكر محمد بن أحمد، أصول السرخسي: 1/ 373، دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت، الطبعة الأولى، 1973م

3 المغني في أصول الفقه: ص191؛ أصول السرخسي: 1/ 373

4 الترمذي، أبو عيسى، محمد بن عيسى، جامع الترمذى، كتاب النكاح، باب ماجاء لا نكاح إلا بولي: 1101، دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الأولى، 1999م

5 نور الأنوار: ص189

درج بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حنفیہ کی طرف یہ قول منسوب کرنا درست نہیں ہے کہ وہ حدیث مرسل کو بلا کسی قید ہر حال میں قبول کر لیتے ہیں بلکہ وہ درج بالا تفصیل کے مطابق قبول کرتے ہیں، جس میں بنیادی شرط یہ ہے کہ ارسال کرنے والے کا ثقہ ہونا ضروری ہے۔ ثقہ راوی کی روایت کی حجیت کے کچھ دلائل 'صاحب مہذب' نے ذکر کیے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1۔ عادل اور ثقہ راوی کا ظاہر حال اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ حدیث کو صرف اسی وقت آگے روایت کرے گا جب اس کو اس بات کا یقین یا غالب گمان ہوگا کہ یہ قول آپ ﷺ کا ہی ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب حذف کیے گئے راوی کی عدالت اس کے نزدیک ثابت ہو۔

2۔ عادل راوی کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ حدیث کو مرسل اس وقت بیان کرتا ہے جب اس کو اس حدیث کے ثابت ہونے کا یقین ہو۔ اگر شک ہو تو وہ ارسال نہیں کرتا بلکہ اس شیخ کا نام ذکر کر دیتا ہے جس سے اس نے روایت سنی ہے تاکہ ذمہ داری اس شیخ پر پڑے۔ یہ عادل راویوں کی عام عادت تھی اور کئی تابعین کے اقوال اس کی تائید کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴾[1]

اس آیت سے نکلنے والے گروہ پر یہ بات واجب کی گئی ہے کہ جب وہ اپنی قوم کے پاس دین سیکھ کر واپس آئیں تو ان کو اللہ سے ڈرائیں اور اس آیت میں اس بات کی کوئی تفریق نہیں کی گئی کہ ڈرانے کے لیے مرسل روایت ذکر کریں یا مسند ذکر کریں۔ لہٰذا یہ آیت مرسل حدیث کی حجیت پر ویسے ہی دلالت کرتی ہے جیسا کہ مسند حجیت پر دلالت کرتی ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴾[2]

اس آیت میں تحقیق خبر کو اس وقت ضروری قرار دیا گیا ہے جب خبر دینے والا فاسق ہو۔ چنانچہ اگر مخبر فاسق نہ ہو بلکہ عادل و ثقہ ہو تو اس کی خبر قبول کرنا ضروری ہوگا، برابر ہے کہ وہ خبر مرسل ہو یا مسند ہو۔[3]

یاد رہے کہ حنفیہ میں سے عیسیٰ بن ابان معتزلی رحمہ اللہ (متوفیٰ 835ھ) کا مذہب جمہور احناف سے مختلف ہے کیونکہ ان کے نزدیک صرف قرونِ ثلاثہ کی مرسل روایت مقبول ہوگی یا پھر ان ائمہ کی مرسل روایت مقبول ہوگی جو فن جرح و تعدیل کے ماہر ہوں گے۔[4] قرونِ ثلاثہ کی مرسل کے مقبول ہونے کی دلیل یہ مشہور حدیث

1 سورة التوبة: 9: 122

2 سورة الحجرات: 49: 6

3 المهذب في أصول الفقه المقارن: 2/ 822

4 الإحكام في أصول الأحكام: 2/ 149

ہے:

«خیر أمتي القرن الذین یلوني، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم»[1]

یہ حدیث قرون ثلاثہ کے خیر ہونے پر دال ہے لہٰذا ان زمانوں کی مرسل روایات بھی مقبول ہوں گی۔ اور ائمہ جرح وتعدیل کی مرسل اس لیے مقبول ہو گی کہ وہ چونکہ اپنے فن کے ماہر ہیں لہٰذا انہوں نے راوی پر مطمئن ہونے کے بعد ہی حدیث کو مرسل بیان کیا ہو گا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیثِ مرسل کی حجیت

مرسل حدیث کی حجیت کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو رائے منقول ہیں:

① ایک قول یہ ہے کہ حدیثِ مرسل حجت نہیں ہے۔ یہ قول صرف ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 405ھ) نے ذکر کیا ہے اور اس کا مأخذ بیان نہیں کیا۔ علماء کی ایک بڑی جماعت کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ قول نہ تو درست ہے اور نہ ہی مشہور ہے۔[2]

② دوسرا قول یہ ہے کہ حدیثِ مرسل امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حجت ہے۔ اصول کی عام کتب میں یہ قول مذکور ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہی قول مشہور ہے۔[3]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیثِ مرسل کے حجت ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مؤطا" میں بہت سی مرسل روایات ذکر کی ہیں جن کو "بلاغات مالک" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی کچھ مثالیں ابو زہرہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1394ھ) نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں۔[4] علاوہ ازیں اکثر علماء نے اس قول کا ذکر کیا ہے اور اسی قول کو مشہور قرار دیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے یہی بات منسوب کی جاتی ہے کہ وہ مطلقاً حدیثِ مرسل کی حجیت کے قائل ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مالکی عالم ابو الولید الباجی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 474ھ) حدیثِ مرسل کی حجیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولاخلاف أنه لا یجوز العمل بمقتضاه إذا کان المرسل له غیر متحرز یرسل عن الثقات وغیرهم. فأما إذا علم من حاله أنه لا یرسل إلا عن الثقات فإن جمهور الفقهاء علی العمل بموجبه کإبراهیم النخعي وسعید بن المسیب والحسن البصري والصدر الأول کلهم، وبه قال

---

1 النیسابوري، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم: 2533، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعة الأولی، 1998م

2 الشعلان، عبد الرحمن بن عبد الله، أصول فقه الإمام مالك أدلته النقلیة: 2/ 723، وزارة التعلم العالي، المملکة العربیة السعودیة، الطبعة الأولی، 2003م

3 الإحکام في أصول الأحکام: 2/ 149

4 أبو زهرة، محمد بن أحمد مالك: حیاته وعصره، آراؤه وفقهه: ص315، دار الفکر العربي، القاهره

مالك."[1]

"اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب مرسل راوی ثقہ اور غیر ثقہ سے ارسال کرنے میں احتیاط نہ کرتا ہو تو اس کی مرسل روایت کے مقتضیٰ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ البتہ جب مرسل راوی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے ارسال کرتا ہے تو جمہور فقہاء اس کی روایت پر عمل کرتے ہیں مثلاً ابراہیم نخعی (متوفیٰ 94ھ)، سعید بن المسیب (متوفیٰ 463ھ)، حسن بصری (متوفیٰ 110ھ) رحمۃ اللہ علیہم، صدر اوّل کے تمام فقہاء اور یہی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔"

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 463ھ) نے اپنی کتاب "التمهيد" میں حدیث مرسل کے قبول کرنے کے لیے دو شرطیں ذکر کی ہیں:

① ایک تو یہ کہ ارسال کرنے والا راوی خود ثقہ ہو۔

② دوسرا یہ کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے ارسال کرتا ہو۔[2]

ان دو شرطوں کی بنیاد پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول پہلے قول کی تاویل کرنا بھی ممکن ہے کہ حدیثِ مرسل اس وقت حجت نہیں ہو گی اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط یا دونوں شرطیں مفقود ہوں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ مرسل روایات کو قبول کر لینا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں عام تھا کیونکہ ثقہ تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے یہ بات واضح طور پر بیان کی ہے کہ اگر وہ حدیث کئی صحابہ سے روایت کریں تو وہ صحابی کا نام چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب کسی حدیث پر چار صحابی اکٹھے ہو جائیں تو میں اس کو مرسل بیان کرتا ہوں۔ انہی کا قول ہے کہ جب میں کہوں "حدثني فلان" تو وہ حدیث صرف اسی فلاں نے بیان کی ہے اور کسی نے نہیں کی۔ اور جب میں کہوں "قال رسول الله" تو میں نے وہ حدیث ستر یا اس سے زائد لوگوں سے سنی ہو گی۔ اسی طرح امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 148ھ) کا قول ہے کہ انہوں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جب آپ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کریں تو مجھے سند بھی بیان کر دیا کریں۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جب میں کہوں: "قال عبد الله" تو ایک سے زیادہ لوگوں نے حدیث بیان کی ہو گی۔ ان اقوال سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وضعِ احادیث کی کثرت سے پہلے ارسال عام تھا لیکن جب جھوٹ اور وضع احادیث عام ہو گیا تو علماء سند بیان کرنے کی طرف مجبور ہو گئے تاکہ راوی معلوم ہو اور اس کے مذہب (عمل وعقیدہ) کا علم ہو۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 110ھ) کا قول ہے کہ "ہم حدیث کی سند بیان نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ فتنہ پھیل گیا۔"[3]

---

1 إحكام الفصول في أحكام الأصول: ص355

2 ابن عبد البر، أبوعمر يوسف بن محمد، التمهيد لما في المؤطا من المعاني والأسانيد: 1/ 17، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى، 2000ء

3 أبو زهرة، محمد بن أحمد، مالك: حياته و عصره، آراؤه وفقهه: ص317

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مالکیہ کی جانب مطلقاً حدیث مرسل کی حجیت منسوب کرنا درست نہیں ہے بلکہ مرسل راوی اگر خود ثقہ ہے اور ثقات سے ارسال کرتا ہے تب تو حدیث مرسل حجت ہوگی ورنہ نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیثِ مرسل کی حجیت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ وہ حدیثِ مرسل کو مطلقاً قبول نہیں کرتے۔[1] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ مرسل کو قبول کرتے ہیں لیکن ان کے نزدیک حدیثِ مرسل کا درجہ مسند حدیث سے کم ہے اور دوسری بات یہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کو قبول کرنے میں چند سخت شرائط عائد کرتے ہیں جس کی وجہ سے حدیثِ مرسل کی حجیت کا دائرہ کار تنگ ہو جاتا ہے۔

صحابہ کی مرسل احادیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی حجت ہیں جیسا کہ جمہور فقہاء صحابہ کی مرسل احادیث کو قبول کرتے ہیں۔[2] تابعین میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کبار تابعین کی مرسل روایات کو قبول کرتے ہیں مثلاً سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایت حجت ہے کیونکہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس راوی کو وہ ساقط کرتے ہیں وہ صحابی ہی ہوتا ہے۔[3]

شوافع میں سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کی مرسل احادیث کو بھی مطلقاً قبول نہیں کرتے بلکہ وہ اس میں ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ المستصفیٰ میں رقم طراز ہیں:

"والمختار - على قياس رد المرسل - أن التابعي والصحابي إذا عرف بصريح خبره أو بعادته أنه لا يروي إلا عن صحابي قبل مرسله، وإن لم يعرف ذلك فلا يقبل، لأنهم قد يروون عن غير الصحابي من الأعراب الذين لا صحبة لهم، وإنما ثبتت لنا عدالة أهل الصحبة."[4]

"مختار مذہب یہ ہے کہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ اور صحابی کے اپنے صریح قول یا عادت سے جب یہ پتہ چل جائے کہ وہ صرف صحابی سے ہی روایت کرتا ہے پھر تو اس کی مرسل روایت مقبول ہوگی اور اگر اس کا پتہ نہ چل سکے تو مقبول نہ ہوگی کیونکہ یہ حضرات بدؤوں میں سے غیر صحابی سے بھی بعض اوقات روایت کر لیتے تھے جن کو صحابیت کا شرف حاصل نہیں تھا اور ہمارے نزدیک صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کی عدالت ثابت ہے۔"

---

1 الجويني، أبو المعالي عبد الملك بن عبدالله، البرهان في أصول الفقه: 1/ 634، دار النصار، قاهره، الطبعة الثانية، 1400هـ

2 المحلي، جلال الدين محمد بن أحمد، شرح الورقات في أصول الفقه: ص180، جامعة القدس، فلسطين، الطبعة الأولى، 1999م

3 أيضاً

4 المستصفىٰ: 2/ 282

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ قید درست نہیں ہے کیونکہ ایک تو جمہور علماء نے اس قید کا اعتبار نہیں کیا۔ دوسرا صحابہ کے ظاہر حال سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ صرف ایسے شخص سے ہی روایت کرتے تھے جس کی عدالت ثابت ہوتی تھی اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کو سنا ہوتا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صحابی ایک غیر عادل سے حدیث سن کر اور اس کا ذکر حذف کر کے اس کو آگے روایت کر دے حالانکہ صحابہ کے واقعات کا تتبع کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ حدیث کی روایت میں کس قدر اہتمام اور احتیاط کرتے تھے۔

قاضی ابن الطیب رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مرسل پر عمل کو جائز نہیں سمجھتے مگر درج ذیل شرائط میں سے کوئی شرط موجود ہو تو پھر حدیث مرسل قابل عمل ہو گی:

① ارسال کرنے والے راوی کے علاوہ کوئی دوسرا راوی اس کو مسند بیان کرے۔

② صحابی کا اس مرسل روایت پر عمل ثابت ہو یا اس کے مطابق قول ہو۔

③ عام اور اکثر علماء اس روایت پر عمل کریں اور اس کے مطابق فتویٰ دیں۔

④ ارسال کرنے والا صرف ثقہ لوگوں سے ارسال کرے۔ اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایات کو "حسن" قرار دیا ہے کیونکہ یہ روایات ان پر واضح تھیں اور ان کی سند ان کے علم میں تھی۔[1]

⑤ اس ارسال کرنے والے راوی کے علاوہ کوئی دوسرا راوی کسی دوسرے شیخ سے اس حدیث کو مرسل بیان کرے۔[2]

اس بارے فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 606ھ) "المحصول" میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"لا أقبل المرسل إلا إذا كان الذي أرسله مرة وأسنده أخرى، اقبل مرسله، أو أرسله هو وأسنده غيره وهذا إذا لم تقم الحجة بإسناده، أو أرسله راو آخر ويعلم أن رجال أحدهما غير رجال الآخر أو عضده قول صحابي أو قول أكثر أهل العلم، أوعلم أنه لو نص لم ينص إلا على من يسوغ قبول خبره."[3]

ان شرائط کے لگانے سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ چونکہ حذف کردہ راوی کی عدالت نامعلوم ہے کیونکہ اس کی شخصیت مجہول ہے اور اس مرسل روایت کے سچ ہونے کا غالب گمان نہیں ہے لہٰذا ان شرائط میں سے اگر کوئی شرط پائی جائے گی تو اس سے حدیث میں قوت پیدا ہو جائے گی اور حدیث کے سچ ہونے کا غالب گمان حاصل ہو جائے گا لہٰذا وہ حدیث قابل عمل ہو گی لیکن اس کے باوجود مرسل روایت متصل سے کم درجہ پر ہو گی۔

1 المازري، أبو عبد الله محمد بن علي، إيضاح المحصول من برهان الأصول: ص487، دار الغرب الإسلامي، بيروت

2 المهذب في أصول الفقه المقارن: 2/ 823

3 إيضاح المحصول من برهان الأصول: 4/ 61

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث مرسل کی حجیت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرسل روایت کو قبول کرنے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حنابلہ جمہور علماء کے ساتھ ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرسل روایات کو بلا کسی قید کے مطلقاً قبول کرتے ہیں۔ مذہب حنابلہ کے ترجمان ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 620ھ) کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرسل روایات جمہور کے نزدیک مقبول ہیں۔ آگے چل کر ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مختار قول کی نفی کرتے ہیں کہ جس میں انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرسل روایات کو قبول کرنے میں ایک قید کا اضافہ کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ امت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دوسرے اصاغر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت کے قبول کرنے پر اتفاق کیا ہے، حالانکہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کثرت سے مرسل احادیث روایت کی ہیں۔[1] تھوڑا آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

"ظاہر یہی ہے کہ صحابہ صرف صحابی سے ہی روایت کرتے تھے اور صحابہ کی عدالت معلوم ہے اور اگر وہ غیر صحابی سے روایت کریں تو اسی شخص سے کریں گے جس کی عدالت معلوم ہو، غیر عادل سے روایت کرنا بہت بعید وہم ہے جس کی طرف نہ التفات کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اعتماد کیا جاسکتا ہے۔"[2]

غیر صحابی کی مرسل روایات کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کیا ہے؟ اس بارے میں قاضی ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "کتاب العدۃ" میں مرسل کو حجت قرار دیا ہے اور کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ مرسل کی حجیت پر دلائل پیش کیے ہیں اور فریق مخالف کے دلائل ذکر کر کے ان کا ردّ کیا ہے۔ مرسل کے حجت ہونے کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ذکر کیے ہیں: ایک قول کے مطابق غیر صحابی کی مرسل روایت حجت ہے اور دوسرے قول کے مطابق حجت نہیں ہے اور پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔[3]

ابو الخطاب رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 510ھ) نے بھی اپنی کتاب "التمهيد" میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

"مرسل کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایتیں مختلف ہیں۔ مرسل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مثلاً زید سے روایت سنتا ہے اور زید نے عمرو سے سنی اور پھر وہ شخص اس روایت کو آگے ذکر کرتا ہے تو زید کا ذکر چھوڑ کر کہتا: "قال عمرو" یا کہتا ہے: "حدثني الثقة"، تو امام کی ایک روایت تو اس مرسل کے قبول کرنے پر دلالت کرتی ہے اور یہی ہمارے امام کا پسندیدہ قول ہے اور اسی کے قائل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور متکلمین کی

1 المستصفىٰ: 2/ 287

2 ابن قدامة، المقدسي، موافق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد، روضة الناظر وجنة المناظر في أصول الفقه: ص64، مؤسسة الريان للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة الثانية، 200م

3 ابن الفراء، أبو يعلى، محمد بن الحسين، العدة في أصول الفقه: 3/ 906-909، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية، 1990م

ایک جماعت ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف صحابہ کی مراسیل مقبول ہیں اور اسی کے قائل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اصحابِ ظاہر اور محدثین ہیں۔"[1]

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 751ھ) جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اصول و قواعد سے بہت زیادہ واقف ہیں۔ انہوں نے حدیثِ مرسل کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ بیان کیا ہے کہ حدیثِ مرسل اور حدیثِ ضعیف پر عمل کیا جائے گا اگر اس بارے میں کوئی اور حدیث اس کے مخالف نہ ہو اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ مرسل اور حدیثِ ضعیف کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔[2]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مرسل حدیث کو قبول کرتے ہیں لیکن درجہ میں اس کو مسند (متصل) سے کم قرار دیتے ہیں اور قیاس اور رائے پر مرسل کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "ابن حنبل، حیاته وعصره، آراؤه وفقهه" میں مرسل کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مرسل کو ضعیف احادیث میں شمار کیا ہے جن کی اصل مردود ہونا اور غیر مقبول ہونا ہے۔ اسی لیے انہوں نے مرسل پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کو مقدم کیا ہے حالانکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کو صحیح حدیث پر کبھی بھی مقدم نہیں کرتے۔ چنانچہ یہ مقدم کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ وہ اس کو ضعیف شمار کرتے ہیں اور صحیح شمار نہیں کرتے۔"[3]

حدیثِ مرسل کی حجیت کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو درج ذیل نکات کی شکل میں پیش کیا جاسکتا ہے:

① امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جمہور کے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرسل روایات بلا کسی قید مقبول ہیں۔
② غیر صحابی کی مرسل اس وقت حجت ہو گی جب اس کے خلاف کوئی اور نص، صحابی کا قول یا اجماع موجود نہ ہو۔
③ صحابی کا فتویٰ غیر صحابی کی مرسل روایت پر مقدم ہو گا۔
④ مرسل روایات قیاس پر مقدم ہیں۔

---

1 الحنبلي، أبو خطاب، محفوظ بن أحمد، التمهيد في أصول الفقه: 3/ 130-131، مركز البحث العلمي وإحياء التراث الإسلامي، الطبعة الأولى، 1985م

2 ابن القيم الجوزية، محمد بن أبي بكر، إعلام الموقعين: 2/ 5، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1991م

3 أبوزهرة، محمد بن أحمد بن مصطفى، ابن حنبل: حياته وعصره، آراؤه وفقهه: ص267، دار الفكر العربي، القاهره

⑤ مرسل روایات بھی درجہ کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں جیسا کہ ضعیف روایات کے مختلف درجے ہیں۔
⑥ مرسل روایت ضعیف حدیث کی مانند ہے۔
⑦ متصل روایت، مرسل روایت پر مقدم ہوگی۔

مرسل روایت اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

استعمال کے لحاظ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 256ھ) لفظ مرسل کا اطلاق اس روایت پر کرتے ہیں جسے کسی تابعی نے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہو، خواہ وہ تابعی صغیر ہی کیوں نہ ہو اور برابر ہے کہ وہ روایت قولی ہو، فعلی ہو یا تقریری جیسا کہ "كتاب الفرائض، باب الولاء لمن أعتق وميراث اللقيط" میں وارد روایات سے معلوم ہوتا ہے:

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید لیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو خرید لو، اور ولاء اس کے لیے ہے جس نے آزاد کیا۔ اور اس کو ایک بکری بطور ہدیہ دی گئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ بکری بریرہ رضی اللہ عنہا کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ راوی الحکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 115ھ) فرماتے ہیں کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا خاوند آزاد تھا اور حکم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مرسل ہے۔"[1]

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 852ھ) فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول "قول الحكم مرسل" سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صغیر تابعین کی روایات بھی نقل کیا کرتے ہیں کیونکہ حکم بن عتیبہ صغار تابعین میں سے ہیں۔ اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مرسل کا اطلاق منقطع روایت پر بھی کرتے ہیں، جیسے:

① سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ کیا تم میں کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں ایک تہائی قرآن پڑھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ مشکل محسوس ہوا تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الاخلاص ثلث قرآن ہے۔[2]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے "مرسل" اور ضحاک المشرقی سے "مسند" ہے۔[3] ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی، ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے، چنانچہ یہ روایت منقطع ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بسا اوقات "منقطع"

1 البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب الولاء لمن أعتق وميراث اللقيط: 6751، دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية، 1999م
2 صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب فضل قل هو الله أحد: 5015
3 أيضاً

روایت پر بھی "مرسل" کا اطلاق کر دیتے تھے اور "متصل" پر لفظ "مسند" کا اطلاق کر دیتے تھے۔

② امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 124ھ) نے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر آدمی اپنی بیوی کی ماں سے وطی کر لے تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہو گی۔ یہ مرسل روایت ہے۔[1]

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے، لہٰذا یہ "منقطع" روایت ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "منقطع" پر لفظ "مرسل" کا اطلاق کیا ہے۔

اس کے برعکس بسا اوقات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "مرسل" پر "منقطع" کا اطلاق کر دیتے ہیں جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدہ عائشہؓ کی مذکورہ روایت اسود رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "اسود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کا خاوند آزاد تھا اور اسود کا یہ قول منقطع ہے۔"[2] حالانکہ اسود کبار تابعین میں سے ہیں اور ان کی یہ روایت مرسل ہو گی۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول "قول الأسود منقطع" سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرسل پر لفظ منقطع کے اطلاق کے جواز کے قائل تھے۔

جہاں تک مرسل روایت کی حجیت کی بات ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مرسل روایت سے نہ تو دلیل پکڑتے ہیں اور نہ ہی اسے صحیح سمجھتے ہیں، بلکہ اس کو رد کر دیتے ہیں، جیسے آپ نماز میں سورۃ الفاتحہ کی عدم فرضیت کے قائلین کی دلیل بیان کرتے ہوئے کہ "امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے" کے بعد فرماتے ہیں کہ کہا جائے گا کہ یہ خبر اہل حجاز و عراق وغیرہ کے ہاں ثابت نہیں ہے کیونکہ یہ مرسل اور منقطع روایت ہے۔ اس روایت کو ابن شداد نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو حسن بن صالح نے جابر سے اور انہوں نے ابو الزبیر سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اور معلوم نہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے ابو زبیر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے یا نہیں، لہٰذا یہ ارسال اور انقطاع اس روایت کے اسباب ضعف میں سے ایک ہے۔[3]

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ قول "وقول الحكم مرسل" سے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول "رأيته عبدا" لائے ہیں اور اسے ہی "صحیح" قرار دیا ہے۔[4]

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو صحیح قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ حکم رحمۃ اللہ علیہ اور اسود رحمۃ اللہ علیہ دونوں کا قول کہ بریرہ کا خاوند آزاد تھا، ایک تو مرسل ہونے کی بناء پر اور دوسرا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول "رأيته عبدا" کے متعارض

---

1 صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يحل من النساء وما يحرم ...: 5105

2 صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث السائبة ...: 6754

3 البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل، جزء القراءة خلف الإمام: ص 8، المكتبة السلفية، الطبعة الأولى، 1980م

4 صحيح البخاري: كتاب الفرائض، باب الولاء لمن أعتق وميراث اللقيط ...: 6751

ہونے کی بناء پر ضعیف ہے۔

مذکورہ اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری ﷫ نے صحیح بخاری میں مرسل روایت سے ایک جگہ بھی حجت نہیں پکڑی۔ البتہ مسئلہ کی وضاحت، کسی ذیلی فائدے کے بیان یا روایتِ مرسل کی عدمِ حجیت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اسے کئی جگہ ذکر کیا ہے، چنانچہ یہ "معلق" اور "موقوف" روایات کی مثل صحیح بخاری کے اصل موضوع سے خارج ہیں۔

حافظ ابن حجر ﷫، صحیح بخاری میں تکرارِ روایات کے فوائد میں رقمطراز ہیں:

"اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ امام بخاری ﷫ متصل اور مرسل روایات بیان کرنے کے بعد متصل کو راجح قرار دے دیتے ہیں اور مرسل کو اس لیے نقل کرتے ہیں تاکہ اس امر کی طرف اشارہ کر سکیں کہ متصل روایت کے مقابلے میں مرسل روایت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"[1]

بلکہ مرسل روایت متصل کی تقویت کا باعث ہے۔ اس کی مثال عمرو بن ابی سلمہ ﷛ کی یہ روایت ہے کہ امام بخاری ﷫ نے اس باب میں پہلے متصل روایت نقل کی ہے پھر اس کے بعد بروایت مالک عن وہب سے مرسل روایت بیان کی ہے۔ حافظ العلائی ﷫ فرماتے ہیں:

"امام بخاری ﷫ مرسل روایت کی عدمِ حجیت کے قائلین میں سے ہیں۔"

اور یہی موقف امام مسلم ﷫ نے محدثین سے بلا استثناء ذکر کیا ہے کہ ہمارے قول اور محدثین کے اقوال کے مطابق مرسل روایت حجت نہیں ہے۔[2]

خلاصہ بحث

فقہائے کرام کے بارے یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ وہ مرسل روایت کو مطلقاً قبول کرتے ہیں، درست نہیں ہے۔ تحقیق کے مطابق فقہاء کا اس بات کا پر تو اتفاق ہے کہ صحابی کی مرسل روایت مطلقاً قبول کی جائے گی لیکن تابعین اور تبع تابعین کی مرسل روایات کے قبول و عدمِ قبول کے حوالے سے وہ شرائط عائد کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ ﷫ اور امام مالک ﷫ کے نزدیک ثقہ راوی کی مرسل روایت قابلِ قبول ہے۔ امام شافعی ﷫ کے نزدیک ثقہ راوی کے علاوہ اگر عام علماء مرسل روایت پر عمل کریں یا اس کے مطابق فتویٰ دیں یا اس مرسل روایت کی دوسری مرسل روایت سے تائید ہو یا صحابی کے قول یا عمل سے اس مرسل روایت کی تائید ہوتی ہو، تو وہ حجت ہے۔ امام احمد بن حنبل ﷫ بھی مرسل روایت کو قبول کرتے ہیں لیکن مسند سے کم درجہ میں اس کو رکھتے ہیں اور قیاس اور رائے کی نسبت مرسل روایت سے احتجاج کو بہتر قرار دیتے ہیں۔ امام بخاری ﷫ مرسل روایت کو حجت نہیں مانتے البتہ متصل روایت کی تقویت کے لیے مرسل روایت کا ذکر جائز سمجھتے ہیں۔

---

1 العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر، هدي الساري: 1/ 27 ، دار الريان للتراث، القاهرة، الطبعة الأولى، 1407هـ

2 صحيح مسلم، مقدمة، باب صحة الاحتجاج بالحديث المعنعن